کیا سنت قرآن کی ناسخ ہوسکتی ہے؟

حافظ مسعود قاسم*
حافظ محمد شریف شاکر**

قرآن وسنت کا آپس میں گہرا ربط ہے، دونوں وحی الٰہی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اور سنت کے معانی اللہ کی طرف سے جبکہ الفاظ آپ ﷺ کے اپنے ہیں۔ اور آپ ﷺ سنت کی صورت میں منشاء الٰہی کو اپنے الفاظ میں ادا فرماتے تھے۔ اور یہ الفاظ جو آپ ﷺ کی زبان سے ادا ہوتے، چونکہ وہ منشائے الٰہی کے مطابق ہوتے، اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما ینطق عن الھویٰ ،ان ھو الا وحی یوحیٰ (۱)

سنت کا قرآن سے تعلق:

اس میں شبہ نہیں کہ قرآن وسنت دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں لہذا جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اس میں اختلاف کا امکان قطعاً نہیں ہوسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا (۲)

رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت شدہ سنت کا فی الواقع قرآن کے مخالف ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ دونوں وحی الٰہی ہیں اور وحی الٰہی میں تضاد ناممکن ہے، لیکن بعض دفعہ بظاہر تضاد نظر آتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ''حکم'' سے جو کچھ مراد ہوتا ہے وہ بسا اوقات بادی النظر میں مجتہد سے مخفی رہ جاتا ہے۔

سنت کی اپنے مدلول کی راہنمائی کے لحاظ سے تین قسمیں ہیں۔

امام شافعی (م ۲۰۴ھ) ان تین حیثیات کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

”فلم اعلم من اهل العلم مخالفاً فی ان سنن النبی من ثلاثة وجوه۔“ (۳)

میرے علم کے مطابق کوئی اہل علم اس کا مخالف نہیں ہے کہ نبی (ﷺ) کی سنن کی تین حیثیتیں ہیں۔

---

* لیکچرر شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد، پاکستان
** ایسوسی ایٹ پروفیسر (ر) جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان

امام ابن قیم نے بھی تین ہی قسمیں ذکر کی ہیں آپ لکھتے ہیں کہ ''السنة مع القرآن علی ثلاثة اوجه ''(۴) یعنی سنت تین حیثیتوں سے قرآن کے ساتھ ہے''
درج ذیل سطور میں ان تین اقسام کی مثالوں سے وضاحت کی جارہی ہے۔

سنت کی قرآن سے موافقت:

سنت تمام وجوہ سے اسی طرح حکم پر دلالت کرتی ہے جیسے قرآن نے حکم پر دلالت کی ہے، یہ سنت اجمال و بیان اوراختصار وشرح کے لحاظ سے قرآن کے موافق ہوگی اورقرآن کے ساتھ اس کی حیثیت اس کے موکد کی ہوگی۔جیسے نبی ﷺ کی حدیث: بنی الاسلام علی خمس (۵) کی حیثیت مندرجہ ذیل آیات **واقیموا الصلوة واتوا الزکوٰة** (۶) **یایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام**(۷) اور**ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا**(۸) کے ساتھ ہے۔

سنت نے بنی الاسلام علی خمس میں نماز،زکوۃ اورحج کی کیفیت بیان نہ کرنے کے باوجودان کے وجوب پراسی طرح دلالت کی ہے جس طرح مذکورہ بالا آیات نے کی ہے اورایسے ہی حدیث لایحل ما ل امرأ مسلم الابطیبٍ من نفسه(۹) اللہ تعالیٰ کے فرمان: **ولاتاکلو اامو الکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتأکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون**(۱۰) سے موافقت رکھتی ہے۔اورحدیثِ رسول اتقو االله فی النساء فانهن عوان عندکم اخذتموهن بامانة الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله(۱۱) اللہ تعالیٰ کے فرمان وعاشروهن بالمعروف(۱۲) سے موافقت رکھتی ہے۔

سنت قرآن کی مُبَیِّن:

بعض دفعہ سنت قرآن میں واردشدہ احکام کو بیان کرتی ہے،گویا قرآن کے مجمل کی تفصیل اوراس کے مشکل کی توضیح کرتی ہے یااس کے مطلق کومقید اوراس کے عام کوخاص کرتی ہے۔مثلاً:وہ احادیث جوصلوۃ وزکوۃ کے مجمل کی تفصیل بتاتی ہیں،اوروہ احادیث جن سے مستفاد ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول:**حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود**(۱۳) میں " خیاط ابیض " سے مراد ''بیاض النهار''اور''خیط اسود'' سے مراد ''سواد الّیل '' ہے اوراللہ تعالیٰ کے قول **والذین یکنزون الذهب والفضة**(۱۴) میں ''الکنز'' سے مراد''زکوۃ کی عدم ادائیگی'' ہے اوراللہ تعالیٰ کے قول **فاقطعوا ایدیهما** (۱۵) میں ''الید '' سے مراد دستِ راست مقید کیا گیاہے اورایسے ہی اللہ تعالیٰ کے قول **فصیام ثلاثة ایام** (۱۶) میں ''ثلاثة ایام ''کو ''تتابع'' کے ساتھ سنت نے مقید کیا ہے۔اوریہ سنت نے ہی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول **الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم**

بظلم (۱۷) میں ظلم سے مراد خاص شرک ہے۔اس قسم کی سنت کو قرآن کی مبین کہا جاتا ہے۔

سنت ایسے احکام کی راہنمائی کرتی ہے جس سے قرآن خاموش ہے:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سنت ایسے حکم کو واجب کرتی ہے جسے واجب کرنے سے قرآن خاموش ہے، یا اس چیز کو حرام ٹھہراتی ہے جس کی تحریم سے قرآن خاموش ہے۔(۱۸)

اس کی مثالیں وہ احادیث ہیں جنہوں نے رضاعت کے ان رشتوں کو حرام کیا جن کو نسب حرام کرتا ہے اور عورت کو اس کی پھوپھی یا خالہ کے ساتھ (ایک شخص کے نکاح میں) جمع کرنے کو حرام کیا ہے؛حق شفعہ،حضر میں رہن ، دادی کے ورثہ کا بیان ،ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کو حدیث نے شریعت بنایا ہے؛ شادی شدہ زانی کے رجم کا وجوب اور رمضان کا روزہ توڑنے والے شخص پر کفارہ کا واجب ہونا اور ایسے ہی کئی دیگر احکام کی راہنمائی حدیث نے کی ہے۔(۱۹)

قرآن: قرآن کریم کے بارے میں ابو اسحاق شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں کہ یہی شریعت کا قاعدہ کلی ہے اور اسی پر ملت کا انحصار ہے۔

سنت: یہ بھی درحقیقت قرآن کی طرف لوٹتی ہے ، جو اس کے مجمل کی تفصیل بتلاتی ہے، پیچیدہ مقامات کی وضاحت کرتی اور اس کے اختصار کی تشریح کرتی ہے، لہٰذا جو شخص احکامِ شریعت سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے ، یا پھر ان قواعد کی طرف رجوع کرے جو اجماع اور قیاس کے ذریعے کتاب وسنت سے یقینی طور پر متفرع ہوتے ہیں۔(۲۰)

مندرجہ بالا سطور میں قرآن وسنت کے وحی الٰہی ہونے کی راہنمائی ملتی ہے۔اس کے بعد زیر بحث موضوع یہ ہے کہ کیا سنت قرآن کے کسی حکم کو منسوخ کر سکتی ہے؟

کچھ فقہاء ، محدثین اس نسخ کے قائل ہیں اور کچھ اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ نسخ کی اس صورت کو ''تخصیص القرآن بالسنۃ'' کا نام دیتے ہیں، اس لیے اس کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

نسخ کا لغوی مفہوم:

> "ھو فی اللغة الا بطال والازالة ومنه نسخت الشمس الظل والريح اثار القدم"(۲۱)
>
> ''نسخ لغت میں ابطال و ازالہ کو کہا جاتا ہے۔اسی سے ہے ''سورج نے سایہ اور ہوا نے قدم کے نشانات زائل کردیے۔''

نسخ کا شرعی مفہوم:

ابن قدامہ مقدسی (۲۲) لکھتے ہیں:

[١]" اما النسخ فى الشرع فهو بمعنى الرفع والازالة لا غير وحده رفع الحكم الثابت بخطاب متقدم بخطاب متراخ عنه"(٢٣)

''شرع میں نسخ سے مراد حکم کو اٹھانا اور زائل کرنا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ پہلے خطاب کے ساتھ ثابت ہونے والے حکم کو اس کے بعد آنے والے خطاب کے ساتھ اٹھا دینا۔''

[٢] بعض نے نسخ کی حسبِ ذیل تعریف کی ہے:

" النسخ كشف مدة العبادة بخطابٍ ثانٍ۔"(٢٤)

''دوسرے خطاب کے ساتھ مدتِ عبادت کو ظاہر کرنا نسخ ہے۔''

ابن قدامہ مقدسی اس نسخ کی اس تعریف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس (تعریف) سے لازم آتا ہے کہ اللہ کے فرمان **ثم اتموا الصيام الى الّيل** کو نسخ کا نام دیا جائے حالانکہ اس میں (پہلے حکم کو) اٹھانے کا مفہوم نہیں پایا جاتا، کیونکہ (رات ظاہر ہونے کے ساتھ روزہ کے وقت کا ختم ہونا حکم کے اٹھنے کا مفہوم نہیں رکھتا۔ یہ اس لیے کہ اللہ کا قول: 'اِلَى الَّيل' جب بذات خود رات سے دور رہنے والے دن پر بولا جاتا ہے تو اس کے منسوخ ہونے کا کیا معنی؟ نسخ تو خطابِ اوّل میں داخل ہونے والے حکم کو اٹھاتا ہے اور یہ تعریف جو انھوں نے ذکر کی ہے یہ تو تخصیص ہے، کیونکہ عبادت کا وقت آنے سے پہلے اور اسے کر گزرنے سے پہلے اس کا نسخ جائز ہے اور اس (آیت) میں اس عبادت کے منقطع ہونے کا بیان نہیں ہے(۲۵)

معتزلہ کے ہاں نسخ کی تعریف:

"الخطاب الدال على ان مثل الحكم الثابت بالنص المتقدم زائل على وجه لولاه لكان ثابتا"(٢٦)

''نسخ ایسے خطاب کو کہا جاتا ہے جو اس چیز پر دلالت کرنے والا ہو کہ متقدم نص کے ساتھ ثابت ہونے والے حکم کا مثل، ایسے طریق پر زائل ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو پہلی ہی نص ثابت رہے۔''

متاخرین ومتقدمین کے ہاں نسخ کی تعریف:

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

"المراد بالناسخ والمنسوخ عند السلف والخلف قلت: ومراد عامة السلف بالناسخ

والمنسوخ رفع الحکم بجملته تارة ،۔۔۔وزال عنه به اشکالات اوجبها
حمل کلامهم علی الاصطلاح الحادث المتاخر۔“

متاخرین اور عام متقدمین کی ناسخ ومنسوخ سے مراد کبھی تو عام حکم کا اٹھانا ہوتا ہے اور یہ متاخرین کی اصطلاح ہے۔ اور کبھی عام ،مطلق اور ظاہر وغیرہ کی دلالت کو اٹھانا مقصود ہوتا ہے :یا تو عام کی تخصیص کر کے یا مطلق کو مقید کر کے یا مطلق کو مقید پر محمول کر کے اور اس کی تفسیر وتبیین کر کے اس دلالت کو اٹھا دیا جا تا ہے ،حتی کہ وہ استثناء ،شرط اور صفت کا نام نسخ رکھتے ہیں، کیونکہ یہ (تینوں) ظاہر کی دلالت کو اٹھانے اور مراد کو بیان کرنے پر مشتمل ہوتے ہیں ،لہذا متقدمین کے ہاں اور ان کی زبان میں اس لفظ کے بغیر بلکہ اس سے خارج کسی دوسرے لفظ کے ساتھ مراد بیان کرنے کو نسخ کہا جا تا ہے۔اور جو شخص ان کے کلام پر غور کرے گا وہ اس میں بے شمار ایسا (نسخ) دیکھے گا۔اور اس غور وفکر کے سبب اس کے بہت سے اشکالات ،جنہیں اس نے متاخرین کے کلام کو جدید اور متاخر اصطلاح پر محمول کر کے اپنے اوپر واجب سمجھ رکھا تھا، وہ (اشکالات) زائل ہو جائیں گے۔(۲۷)

نسخ اور تخصیص میں اشتراک وافتراق:

حافظ ابن قیم الجوزیہ کی مندرجہ بالا تقریر سے یہ بات خوب سمجھ آتی ہے کہ جس طرح تمام حکم کے اٹھنے کو نسخ کا نام دیا جا تا ہے ایسے ہی جب عام ،مطلق اور ظاہر وغیرہ کی دلالت کو اٹھانا مقصود ہو تو تخصیص اور تقیید وغیرہ کو بھی نسخ کا نام دیا جا تا ہے، اور اسلاف ایسا ہی کیا کرتے تھے۔لیکن صرف تمام حکم کے اٹھانے کو نسخ کا نام دینا ،یہ متاخرین کی اصطلاح ہے۔ گویا متقدمین نسخ وتخصیص میں کچھ فرق نہیں کیا کرتے تھے۔حافظ ابن حزم لکھتے ہیں:

> اگر یہ کہیں کہ ”تخصیص نسخ کی طرح نہیں ہے کیونکہ تخصیص نص کو اس کی جگہ سے اٹھاتی نہیں ہے جبکہ نسخ پوری نص کو اٹھاتا ہے۔“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب سنت کے ساتھ نص کے کچھ حصہ کو اٹھانا جائز ہے، اور نص کا کچھ حصہ بھی تو نص ہی ہوتا ہے، تو سنت کے ساتھ نص کے کسی اور حصے کو اٹھانے میں کوئی فرق نہ ہوا، اور یہ سب ایک جیسا ہوا، اور اس میں سے کسی چیز میں کوئی فرق نہیں ہے۔(۲۸)

اگر کچھ فرق ثابت ہوتا ہے تو وہ صرف عموم وخصوص کا فرق ہے ،کیونکہ نسخ میں کل حکم کو اٹھایا جا تا ہے اور تخصیص میں بعض کو۔

ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں کہ یہ دونوں نسخ اور تخصیص اس حیثیت سے مشترک ہیں کہ ان میں سے ہر ایک لفظ کو اٹھانے میں بعض کے مختص ہونے کو واجب کرتا ہے، اور یہ دونوں مفترق اس حیثیت سے ہیں کہ تخصیص (خاص کرنے) میں اس چیز کا بیان ہوتا ہے کہ خاص کی ہوئی چیز لفظ سے مراد نہیں ہے۔(۲۹)

اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ **واحل لکم ماوراء ذلکم** (۳۰) میں لفظ ''ما'' سے مراد وہ چیز نہیں ہے جو حدیث لایجمع الرجل بین المرأۃ وعمتھا ولابین المرأۃ وخالتھا(۳۱) میں مخصوص کردی گئی ہے۔

ابن بدران دومی اس اقتباس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ابن قدامہ کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔(۳۲)

امام حازمی(۳۳) تخصیص و نسخ کے مابین اشتراک وافتراق کا یوں تذکرہ کرتے ہیں جب ناسخ کو منسوخ سے ممیّز کرنے اور ترجیحات کے بیان کے بارے میں گفتگو ختم ہوئی تو تخصیص و نسخ کے مابین تمیز کا ذکر ضروری ہوا کیونکہ یہ ناسخ کو منسوخ سے ممیز کرنے کے لوازمات میں سے ہے۔ اور جو شخص ناسخ کی پہچان چاہتا ہے وہ ان دونوں تخصیص و نسخ میں التباس پائے جانے اور مخصوص تر میں اس دونوں کے اشتراک کے سبب ان دونوں کی معرفت سے مستغنی نہیں ہوسکتا، جبکہ ان دونوں میں سے ہر ایک، جس کو لفظ متناول ہے اس کے بعض کے ساتھ حکم کے مخصوص ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔علاوہ ازیں یہ دونوں پانچ طرح سے ایک دوسرے سے ممیّز ہیں۔(۳۴)

ابوبکر حازمی نے تخصیص و نسخ میں تمیز کی پانچ وجوہ ذکر کی ہیں:

(۱) بلاشبہ ناسخ منسوخ سے متاخر ہوا کرتا ہے جبکہ تخصیص کا مخصوص سے اتصال اور تراخی (دونوں) صحیح ہیں اور جو وقتِ ضرورت سے بیان کو مؤخر کرنا جائز نہیں سمجھتے ان کے ہاں تخصیص کا مخصوص سے اتصال واجب ہے۔

(۲) نسخ کی دلیل صرف خطاب ہوتا ہے جبکہ تخصیص بسااوقات قول، فعل اور قیاس وغیرہ کے ساتھ واقع ہوتی ہے۔

(۳) کسی چیز کا نسخ صرف قوت میں اپنے مثل یا رتبہ میں اپنے سے قوی تر کے ساتھ جائز ہے، جبکہ تخصیص، مخصوص منہ سے رتبہ میں کم تر کے ساتھ جائز ہے۔

(۴) بلاشبہ تخصیص مامور واحد کے ساتھ امر میں داخل نہیں ہوتی جبکہ اس جیسے میں نسخ جائز ہے۔ خصوصا اس شخص کے اصول کے مطابق جو کسی چیز کا اس کے وقت سے پہلے منسوخ ہونا جائز سمجھتا ہے۔

(۵) بلاشبہ تخصیص خطاب سے تب تک خارج رہتی ہے جب تک وہ اس سے مراد نہ ہو۔جبکہ نسخ اس چیز کو اٹھاتا ہے جس کے حکم کو ثابت کرنے کا ارادہ کیا گیا ہو۔(۳۵)

ابن قدامہ مقدسیؒ نے تخصیص و نسخ کے فرق کو یوں واضح کیا ہے کہ

(۱) نسخ میں ناسخ کا مؤخر ہونا شرط ہے جبکہ تخصیص کا مخصوص سے اقتران جائز ہے۔

(۲) یہ کہ نسخ امر میں ماموروا حد کے ساتھ داخل ہوتا ہے جبکہ تخصیص میں ایسا نہیں ہے۔
(۳) نسخ صرف خطاب کے ساتھ ہوسکتا ہے جبکہ تخصیص ادلہ عقل اور قرائن کے ساتھ جائز ہے۔
(۴) یہ کہ نسخ اِخبار کو داخل نہیں ہوتا جبکہ تخصیص اس کے خلاف ہے۔
(۵) بلاشبہ نسخ کے ساتھ لفظ کی دلالت اس کے ماتحت پر باقی نہیں رہتی جبکہ تخصیص کے ساتھ یہ دلالت باقی رہتی ہے،
(۶) یہ کہ قطعی چیز میں نسخ اسی جیسے کے ساتھ جائز ہے جبکہ تخصیص قیاس ،خبر واحد اورتمام ادلہ کے ساتھ جائز ہے۔(۳۶)

ابن قدامہ کی پیش کردہ اس عبارت کے بعض فقرات کی ابن بدران دومی وضاحت کرتے ہیں کہ(۱)قولہ :یجوز اقترانہ ،یعنی تخصیص کا مخصص کے ساتھ اقتران واتصال جائز ہے جیسے''اکرم بنی تمیم الا الامراء منہم'' بنی تمیم کی سوائے ان کے امراء کے تکریم کیجیے'' جبکہ ناسخ کا منسوخ کے ساتھ اقتران واتصال جائز نہیں ہے(۲) قولہ: بما مور واحد ،یعنی کسی امر پر ناسخ کا وارد ہونا ایک فعل کے ساتھ جائز ہے جیسے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونا بیت الحرام کی طرف متوجہ ہونے کیساتھ منسوخ کردیا گیا،جبکہ فعل واحد کے ساتھ حکم کرنے میں تخصیص داخل نہیں ہے کیونکہ تخصیص تو کئی چیزوں میں سے ہوتی ہے اوراس کی مثال ہے سال کی عدت کا منسوخ ہونا اوراس (عدت) کا چار ماہ دس دن کی طرف پلٹنا۔(۳) قولہ: "بادلة العقل " جیسے اللہ تعالیٰ کے قول تدمر کل شئ کی تخصیص ،اس نے عقلاً کل شئ کو مغضوب علیھم کے گھروں کی تباہی کے ساتھ مخصوص کردیا،اور ایسے ہی واوتیت من کل شئ ہے۔(۳۷)

نسخ کی اقسام:شمس الائمہ سرخسی (۳۸) نے نسخ کی چار قسمیں بتائی ہیں:

> "نسخ الکتاب بالکتاب ،نسخ السنة بالسنة ونسخ الکتاب بالسنة ونسخ السنة بالکتاب ولاخلاف بین العلماء فی جو از القسمین الاولین و یختلفون فی القسمین الاخرین۔"(۳۹)

> ''(۱) کتاب کا نسخ کتاب کیساتھ (۲) سنت کا نسخ سنت کے ساتھ ،(۳) کتاب کا نسخ سنت کے ساتھ (۴) اورسنت کا نسخ کتاب کے ساتھ ،پہلی دوقسموں کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اورآخری دوقسموں کے بارے میں علماء اختلاف کرتے ہیں۔''

حافظ ابن حزم نے اس اختلاف کا یوں تذکرہ کیا ہے:

"اختلف الناس فی ھذا بعد ان اتفقوا علی جواز نسخ القران بالقران وجوازنسخ السنة بالسنة فقالت طائفة :لاتنسخ السنة بالقران ولا القران بالسنة وقالت طائفة :جائز کل ذلك والقران ینسخ بالقران وبالسنة ، والسنة تنسخ بالقران وبالسنة۔" (۴۰)

''لوگوں نے نسخ القران بالقران اورنسخ السنة بالسنة کے جواز پرمتفق ہونے کے بعد اس (کی دیگر اقسام کے جواز) میں اختلاف کیا ہے :(قول اول) ایک جماعت نے کہا ہے کہ سنت قرآن کے ساتھ منسوخ نہیں ہوتی او ر نہ قرآن سنت کے ساتھ منسوخ ہوتا ہے۔(قول ثانی) ایک جماعت نے کہا ہے کہ سب جائز ہے:قرآن ،قرآن اورسنت کے ساتھ منسوخ ہوتا ہے ،اورسنت ،قرآن اورسنت کے ساتھ منسوخ ہوتی ہے۔''

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

"لاخلاف فی جوا ز نسخ القران بالقران ونسخ السنة المتواترة بالسنة المتواترة وجواز نسخ الاحاد بالاحاد و نسخ الاحاد بالمتواتر و اما نسخ القران اوالمتواتر من السنة بالاحاد فقد وقع الخلاف فی ذلك فی الجوا ز والوقوع۔"(۴۱)

''قرآن کوقرآن کے ساتھ منسوخ کرنے اورسنت متواترہ کوسنت متواترہ کے ساتھ منسوخ کرنے کے جواز میں ،آحاد کوآحاد کے ساتھ منسوخ کرنے اورآحاد کومتواتر کے ساتھ منسوخ کرنے کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے،لیکن آحاد کے ساتھ قرآن یا سنت متواترہ کے نسخ کے جواز اور وقوع میں اختلاف واقع ہوا ہے۔''

مندرجہ بالا اقتباسات سے نسخ کے بارے میں حسب ذیل مذاہب مفہوم ہوتے ہیں:

[۱]تمام صورتوں میں نسخ جائز ہے ،یعنی قرآن قرآن کواورسنت سنت کومنسوخ کرتی ہے اورسنت صحیحہ(متواتر ،مشہور یا آحاد) قران کومنسوخ کرتی ہے۔[۲]صرف پہلی دوصورتوں میں نسخ جائز ہے۔[۳]قرآن کوسنت متواترہ یا سنت مشہورہ کے ساتھ منسوخ کرنا جائز ہے ،ایسے ہی سنت کو قرآن کے ساتھ منسوخ کرنا جائز ہے۔

پہلے مذہب کے قائلین حافظ ابن حزم اور ان کے ہم خیال لوگ ہیں۔دوسرے مذہب کے قائلین امام شافعی اوران کے ہم نوا ہیں ،اورامام احمد بن حنبل کا بھی یہی خیال ہے،جبکہ تیسرے مذہب کو احناف نے قبول کیا ہے۔اوروہ صرف سنت متواترہ یا سنت مشہورہ کے ساتھ نسخ قرآن کے قائل ہیں جیسا کہ اوپر امام سرخسی کا قول ذکر

کیا گیا ہے۔

عقلاً جواز کے تو اکثر لوگ قائل ہیں، لیکن وقوع کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے:

(۱) جمہور کا خیال ہے کہ یہ نسخ واقع نہیں ہوتا جیسا کہ ابن برہان اور ابن حاجب وغیرھما نے نقل کیا ہے،

(۲) اہل ظاہر کی ایک جماعت اس کے وقوع کی طرف گئی ہے اور امام احمد کی ایک روایت یہی ہے اور یہی بات حق ہے جو صحیح آحاد کے ساتھ نسخ کے جواز کی راہنمائی کرتی ہے۔کیونکہ یہ متن اور دلالت کے لحاظ سے قوی تر ہے۔(۴۲)

نسخ القرآن بالسنہ کے بارے میں مختلف مذاہب

ا۔ابن حزم کا مذہب:

ابن حزم اپنے ذکر کردہ دوسرے قول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ہم اسی کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے ہمارے ہاں تواتر کے ساتھ منقول سنت اور اخبار احاد کے ساتھ منقول سنت دونوں برابر ہیں ان میں سے ہر ایک دوسرے کو منسوخ کرتی ہے اور یہ قرآن کی آیات کو منسوخ کرتی ہے اور قرآن کی آیات سنت کو منسوخ کرتی ہیں۔اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم اس کتاب ''الاحکام فی اصول الاحکام'' کے باب الاخبار میں بیان کرآئے ہیں کہ نبی ﷺ سے آمدہ احکام کی اطاعت اسی طرح واجب ہے جس طرح قرآن میں وارد شدہ احکام کی اطاعت واجب ہے۔اس میں کوئی فرق نہیں ہے بسبب اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (آپؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ،یہ تو اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے)کے،تو جب رسول اللہ کا کلام اللہ عزوجل کی طرف سے وحی ہے اور قرآن بھی وحی ہے تو وحی کا وحی کے ساتھ نسخ جائز ہوا کیونکہ وحی ہونے میں یہ دونوں برابر ہیں۔(۴۳)

اور قرآن کی سنت کے ساتھ مماثلت کے بارے میں ابن حزم لکھتے ہیں کہ دوطرح سے سنت قرآن کے مثل ہے :[۱] قرآن اورسنت دونوں اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ ہیں جیسے ابھی آپ نے کلام الٰہی وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کی تلاوت کی ہے۔[۲] دونوں واجب الاطاعت ہونے میں برابر ہیں جس کا ثبوت اللہ کا کلام مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ اور اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ہے۔(۴۴)

جب یہ سب صحیح ثابت ہوا تو منسوخ آیت پرعمل کرنے کی بجائے ناسخ حدیث پرعمل کرنا افضل و بہتر، اوراجرعظیم کا باعث ٹھہرا۔(۴۵)

سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ کے قائلین کے دلائل ذکر کرتے ہوئے امام محمد بن نصر ابوعبداللہ مروزی

(م۲۹۴) لکھتے ہیں کہ اِس جماعت نے کہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان کیا کہ اس نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو کتاب وحکمت سکھائیں :حکمت قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اور وہ ایسی سنت ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے جاری فرمایا:جس کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا ،اور تمام فرائض میں خواہ قرآن میں ہوں یا حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک ہی مقام سے آئے ہیں اور اللہ نے اپنا ہر حکم جو اپنے نبی کو دیا اسے اپنی مخلوق کو سکھانے کا حکم دیا ،لہٰذا ان پر سنت رسول کو تھامنا اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب کیا ،ان دونوں میں سے ہر ایک کا معنی ومفہوم وہی ہے جو دوسرے کا ہے ،اور اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت واجب کردی ،اسے اپنی مخلوق پر اسی طرح فرض کیا جس طرح ان پر اپنی اطاعت فرض کی ،ان دونوں کے درمیان وجوب میں کوئی فرق نہیں ہے۔لہٰذا ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے کے ساتھ منسوخ ہونے کا جو تم نے انکار کیا یہ ہرگز درست نہیں ہے کیونکہ جب اللہ قرآن کو قرآن کے ساتھ منسوخ کرے تو یہ اللہ کے حکم کا اس کے حکم کے ساتھ منسوخ ہونا ہے اور اسی طرح جب قرآن میں موجود کسی حکم کو سنت کے ساتھ منسوخ کرے تو وہ اپنی کتاب میں دیے گئے اپنے حکم کو اپنے نبی ﷺ کی زبان پر دیے گئے اپنے حکم کے ساتھ منسوخ کرتا ہے اور جس کسی نے اس کے درمیان فرق کیا اس میں علم کی کمی ہے۔(۴۶)

سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ کے قائلین کی دوسری دلیل کو مروزی یوں ذکر کرتے ہیں:

"فقالوا القران و السنة امران فرض الله العلم والعمل بهما على خلقه ، وقرن احدهما بالاخر فلم يفرق بينهما فمحلهمافي التصديق بهما واحد ، كلاهما من عندالله۔"

اس کے قائلین کہتے ہیں کہ قرآن وسنت دو چیزیں ہیں دونوں کا علم حاصل کرنا اور دونوں پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر فرض کیا ہے اور ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا ہے،ان دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا، ان دونوں کی تصدیق کرنے میں دونوں کا مقام مساوی ہے،دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔'' (۴۷)

سرخسی لکھتے ہیں کہ شرعی حکم ثابت کرنے کے لیے سنت حجت کی ایک قسم ہے اور کتاب اللہ بھی ایسی ہی حیثیت رکھتی ہے ان شرعی دلیلوں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔دونوں قسمیں باہم مل کر قوت حاصل کرتی ہیں۔(۴۸)

سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ اور عدم نسخ میں ائمہ اسلام کے مابین بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔حافظ ابن حزم ،علامہ سرخسی اور امام محمد بن نصر مروزی وغیرھم ایسے نسخ کے جواز کے قائل ہیں اور ان کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔

۲۔شوافع کا مذہب

شوافع کے ہاں نسخ کی صرف پہلی دو صورتیں ہی جائز ہیں۔اور باقی کو وہ اجمال کی تفسیر اور عام کی تخصیص

تصور کرتے ہیں:

"انما نسخ مانسخ من الكتاب بالكتاب وان السنة لا ناسخة للكتاب ،وانما هى تبع للكتاب بمثل ما نزل نصاً ومفسرة معنى ما انزل الله منه جملا۔"(۴۹)

''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کتاب سے منسوخ کیا وہ کتاب ہی کے ساتھ منسوخ کیا ہے اور بلاشبہ سنت کتاب اللہ کو منسوخ کرنے والی نہیں ہے ،یہ (سنت) تو کتاب اللہ کی نازل شدہ نص کے تابع اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (کتاب) کے اجمال کی تفسیر کرنے والی ہے۔

وهكذا سنة رسول الله لاينسخها الا سنة لرسول الله۔"(۵۰)

اسی طرح رسول اللہ کی سنت کو سوائے سنتِ رسول اللہ کے کوئی اور چیز منسوخ نہیں کرتی۔''

امام ابن قیم "**تخصيص القران بالسنة**'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"ان تخصيص القرآن بالسنة جائز كما اجمعت الامة على تخصيص قوله **واحل لكم ما وراء ذلكم** بقولهﷺ :لاتنكح المرأ ة على عمتها ولا على خالتها وعموم قوله تعالىٰ **يوصيكم الله فى اولادكم** بقوله ﷺ " لايرث المسلم الكافر" وعموم قوله تعالىٰ **والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما** بقوله ﷺ " لاقطع فى ثمرولاكثر" ونظائرذلك كثيرة۔(۵۱)

''بلاشبہ سنت کے ساتھ قرآن کی تخصیص جائز ہے جیسا کہ کلام الٰہی **واحل لكم ماوراء ذلكم** کی رسول اللہ ﷺ کی حدیث لاتنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها کے ساتھ تخصیص ، اور اللہ کے کلام **يوصيكم الله فى اولادكم** کے عموم کی رسول اللہ ﷺ کی حدیث **لايرث المسلم الكافر** کے ساتھ تخصیص اور اللہ تعالیٰ کے کلام **والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما** کے عموم کی رسول اللہ ﷺ کی حدیث لاقطع فى ثمر ولا كثر کے ساتھ تخصیص پر امت نے اجماع کیا ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔''

سرخسی ،شوافع کا مذہب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے قول کے مطابق نسخ الکتاب بالسنۃ جائز نہیں ہے ،اور نہ ہی نسخ السنۃ بالکتاب جائز ہے۔ شافعی نے ''الرسالۃ'' میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو سنت ہی منسوخ کرسکتی ہے ،جیسے کتاب اللہ کے سوا کتاب اللہ کو اور کوئی چیز منسوخ نہیں کرسکتی ،شافعی کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ آپ کی مراد نسخ کے جواز کی نفی کرنا ہے اور آپ کے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ آپ کی مراد نسخ کے وجود کی

نفی ہے یعنی شریعت میں ’’نسخ الکتاب بالسنۃ‘‘ اور ’’نسخ السنۃ بالکتاب‘‘ کا وجود نہیں پایا جاتا۔(۵۳)

بعض شوافع کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کیونکہ سب اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے، اور جنس کا اعتبار معتبر نہیں ہے۔اور عقل اسے محال نہیں سمجھتی ہے، حقیقت میں اللہ سبحانہ اپنے رسول ﷺ کی زبان پر نظم قرآن کے علاوہ وحی کے ساتھ منسوخ کرنے والے ہیں۔اگر ہم آپؐ کے لیے اجتہاد کے ساتھ نسخ جائز سمجھتے ہیں تو اجتہاد کی یہ اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور آپؐ نے ’’والدین اور اقربین کے حق میں وصیت کو اپنی حدیث ”لا وصیة لوارث“ کے ساتھ منسوخ کیا اور ’’زنا کار عورتوں کی گھروں میں بندش‘‘ کو اپنی حدیث قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والثيب بالثيب الجلد والرجم (اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ نکال دی، کنوارہ کنواری کے ساتھ بدکاری کرے تو سو کوڑا اور سال کی جلاوطنی، شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ بدکاری کرے تو کوڑے اور رجم ہے) کے ساتھ منسوخ کر دیا۔(۵۴)

امام شافعی کی عام کتب سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ آپ ’’نسخ القرآن بالسنۃ‘‘ کے قائل نہیں تھے۔(۵۵)

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ ابن السمعانی (م۴۸۹ھ) کے قول کے مطابق، امام شافعی کی عام کتب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ شافعی کسی حالت میں ’’نسخ القرآن بالسنۃ‘‘ کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اگرچہ سنت متواترہ ہی کیوں نہ ہو، یہی بات صیرفی (۵۶) اور خفاف (۵۷) نے جزم کے ساتھ کہی ہے۔(۵۸)

امام شافعی پر تنقید

بعض لوگوں نے امام شافعی کے اس مذہب پر تنقید کی ہے، جسے نواب صدیق حسن خان نے یوں ذکر کیا ہے کہ جو امام شافعی نے نسخ الکتاب بالسنۃ کے ممنوع ہونے کا مذہب اختیار کیا، علماء کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے، الکیا الھر اسی (۵۹) نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ بڑوں کی لغزشیں ان کے مراتب کے مطابق ہوتی ہیں اور جس کی غلطی ہٹ جائے اس کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے الکیا الھر اسی نے کہا کہ عبدالجبار (۶۰) اصول وفروع پر خوب نظر رکھتے تھے جب وہ اس مقام پر پہنچے تو کہا: ’’یہ آدمی بڑا ہے لیکن حق اس سے بھی بڑا ہے‘‘ اور کہا کہ ’’ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے خبر واحد کے ساتھ نسخ کتاب کے جواز سے عقلاً منع کیا ہو۔ چہ جائیکہ خبر متواتر کے ساتھ نسخ کتاب کو ممنوع قرار دیا ہو۔‘‘(۶۱)

عبدالجبار نے کہا کہ جب شافعی کی محبت میں غلو کرنے والوں نے یہ قول دیکھا جو شافعی جیسے بلند مرتبہ شخص کے شایان شان نہیں تھا، کیونکہ شافعی وہ شخص ہیں جنہوں نے اس فن کو ہموار کیا اور آپ ہی نے سب سے پہلے اس کی تخریج کی، تو انہوں نے کہا کہ اس عظیم شخص کے اس قول کا کوئی محمل ضرور ہے، پھر انہوں نے بہت سے محامل میں

غور وخوض کیا جن (محامل) کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے۔(۶۲)

امام مالک یحییٰ بن سعید سے وہ نعمان بن مرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ماتقولون فی الشارب والزانی والسارق؟"وذلك قبل ان تنزل الحدود ،قالوا الله ورسوله اعلم،قال"هن فواحش وفيهن عقوبة"(٦٣)

''(شرابی،زانی اور چور کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟)اور یہ حدود نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے صحابہ نے کہا:اللہ اوراس کے رسول خوب جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا:(یہ بے حیائی کے کام ہیں اوران کی سزا ہے)''

امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایسا ہی مفہوم کتاب اللہ میں ہے اللہ نے فرمایا ہے **واللّٰتی یاتین الفاحشة من نسائکم** (اور جو عورتیں تمہاری عورتوں میں سے بے حیائی کا کام کر بیٹھیں)،اس آیت میں اوراس کے بعد کی آیت میں یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے۔(۶۴)

یعنی ان دونوں آیتوں میں جس بے حیائی (بدکاری اور بدفعلی) کا ذکر کیا گیا ہے۔آپ نے اس کی سزا بتائی ہے جیسا کہ مندرجہ بالا نعمان بن مرہ کی روایت کردہ حدیث میں اس سزا کا تذکرہ ہوا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ دنیا میں دو بدکاروں کی یہ سب سے پہلی سزا تھی،پھر یہ تمام زانیوں:آزاد وغلام، کنوارے اور شادی شدہ سے منسوخ کردی گئی،پھر اللہ نے دو آزاد مسلمان کنواروں پر حد مقرر کرتے ہوئے فرمایا: **الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة** اورشافعی نے ابوھریرہ اورزید بن خالد کی مندرجہ ذیل حدیث ذکر کی(۶۵)

"عن ابی هريرة وزيد بن خالد و شبل بن معبد قالوا :كنا عندرسول الله ﷺ فقام رجل فقال: انشدك الله الا قضيت بيننا بكتا ب الله ،فقام خصمه وكان افقه منه،فقال :صدق اقض بيننا بكتاب الله وائذن لی ،فقال :(قل) فقال ،ان ابنی كان عسيفا علی هذا وانه زنی بامرأته فافتديت منه بمائة شاة وخادم ثم سالت رجالا من اهل العلم ،فاخبرونی ان علی ابنك جلد مائة وتغريب عام وعلی امرأة هذا الرجم ،فقال رسول الله ﷺ (والذی نفسی بيده لاقضين بينكمابكتاب الله المائة شاة والخادم رد عليك وعلی ابنك جلد مائة وتغريب عام ،واغد ياانيس علی امرأة هذا ،فان اعترفت فارجمها) فغدا عليها فاعترفت فرجمها۔"(٦٦)

''ابوھریرہ، زید بن خالد اور شبل بن معبد نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ فرمائیں، پھر اس کا مدمقابل اٹھا جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا اس نے کہا: اس (پہلے) نے سچ کہا ،آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کیجئے اور مجھے (بولنے کی) اجازت دیجیے! تو آپؐ نے فرمایا((کہیے!)) تو اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے پاس مزدور تھا اس نے اس کی بیوی سے بدکاری کی تو میں نے اسے اس کے بدلے ایک خادم اور سو بکریاں دے دیں، پھر میں نے چند اہل علم مردوں سے پوچھا،تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تیرے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی ہوگی اور اس کی بیوی کو رجم کیا جائے گا،تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:((اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ضرور اللہ کی کتاب کے ساتھ تمھارے درمیان فیصلہ کروں گا! سو بکریاں اور خادم تمھیں واپس کر دیا جائے گا اور تیرے بیٹے کو ایک سو کوڑے لگیں گے اور سال کی جلاوطنی ہوگی۔ اور اے انیس! تم صبح اس عورت کے پاس جاؤ اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دو!)) وہ صبح اس عورت کے پاس گئے ،اس نے اعتراف کر لیا تو اس (انیس) نے اسے رجم کر دیا۔''

امام مروزی نے کہا ہے کہ امام شافعی نے جو یہ حدیث (خذوا عنی خذوا عنی)(۶۷) بروایت عبادہ ذکر کی، اس کے بارے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ مرد و زن زانیوں کے حبس و ایذاء کا یہ پہلا نسخ تھا اور یہ پہلی دو حدیں تھیں جو مرد و زن بدکاروں کے بارے میں نازل ہوئیں، پھر ثیبین سے سے کوڑے منسوخ کر دیے گئے اور ان کی حد رجم کو برقرار رکھا گیا، نبی ﷺ نے ایک شخص کی بیوی کو رجم کیا اسے کوڑے نہیں لگائے ،ماعز بن مالک کو رجم کیا اسے کوڑے نہیں لگائے اور یہودی مرد و زن کو رجم کیا انہیں کوڑے نہیں لگائے۔(۶۸)

حضرت ابو ہریرہ، زید بن خالد اور شبل فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رجم کیا اور کوڑے نہیں لگائے۔(۶۹)

امام مروزی کہتے ہیں کہ حجاز وعراق اور مصر وشام کے عام اہل اثر مفتیان کا قول یہ ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ،شادی شدہ زانی کی حد صرف رجم ہے (اس کے ساتھ سو) کوڑے نہیں ہیں۔ محدثین میں سے جس کے ہاں عبادہ کی حدیث معروف اور ثابت ہے اس کا خیال یہ ہے آپ نے کنوارے زانیوں کو کوڑے تو کتاب اللہ کی وجہ سے لگائے تھے اور ان کو جلا وطن سنت رسول کی وجہ سے کیا تھا۔اور ان محدثین نے نبی ﷺ کے ان (کنوارے بدکاروں) کو جلا وطن کرنے کے بارے میں حدیث عبادہ اور جلاوطنی کے بارے میں دیگر

روایت شدہ احادیث کو دلیل بنایا ہے، اور ان مفتیان محدثین نے ثیبان پر انہی احادیث کے ساتھ رجم کو ثابت اور کوڑوں کو ساقط کیا، جن احادیث سے امام شافعی نے دلیل پکڑی اور ثیبان سے کوڑوں کو سنت کے ساتھ منسوخ کیا ہے۔(۷۰)

اس مذکورہ بحث کی روشنی میں امام مروزی لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں امام شافعی نے نسخ الکتاب بالسنۃ کو یقیناً ثابت کردیا کیونکہ انہوں نے دونوں زانیوں کے بارے میں نزول آیت کے وقت کنواروں پر کوڑوں کے ساتھ جلاوطنی کو ثابت کیا ہے، کوڑے کتاب وسنت کے ساتھ اور جلاوطنی سنت کے ساتھ ثابت کی ہے اسی طرح انہوں نے نزول آیت کے وقت حدیث عبادہ کے ساتھ ثیبان پر رجم کے ساتھ کوڑے ثابت کیے ہیں: کوڑے کتاب وسنت کے ساتھ اور رجم سنت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ اور شافعی نے خیال کیا ہے کہ یہ شادی شدہ مرد و زن پر سب سے پہلی حد تھی، پھر انہوں نے خیال کیا کہ نبی ﷺ نے اس کے بعد شادی شدہ سے کوڑے ساقط کردیئے اور رجم کو ان پر ثابت رکھا۔ لہٰذا شافعی نے اس کا اقرار کرلیا کہ جو کوڑے نزول آیت کے وقت شادی شدہ پر کتاب اللہ کے ساتھ واجب ہوئے تھے نبی ﷺ نے اس کے بعد ان کوڑوں کو ان سے ساقط کردیا، پس یہ کوڑے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ ان سے منسوخ ہوگئے۔(۷۱)

ابوثور(۷۲) کا خیال ہے کہ سنت کے ساتھ قرآن کے نسخ کا قائل شخص غافل ہے، کیونکہ وہ یہ خبر دیتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے حلال کیا وہ نبی ﷺ حرام کرتے ہیں، ابوثور نے کہا کہ یہ افتراء ہے۔(۷۳)

جبکہ ابوثور کے مخالف اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ غافل اور اس سے زیادہ جھوٹا وہ شخص ہے جو اپنے مخالف کی طرف ایسی باتیں منسوب کرے جو اس نے نہیں کہیں اور اسے ان باتوں کے سبب برا بھلا کہے، کسی شخص نے یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرتے تھے۔ بلکہ تمام امت کے ہاں یہ بات مسلمہ ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ کے حلال کیے ہوئے کے سوا حلال نہیں کیا اور اللہ کے حرام کیے ہوئے کے سوا حرام نہیں کیا۔(۷۴)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال وحرام کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی حرمت اپنی کتاب میں نازل کردیں تو اللہ تعالیٰ اس کا نام قرآن رکھتے ہیں، جیسے **حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر** اور اس جیسی دیگر چیزیں جنہیں اس نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل کی زبانی کسی چیز کی حلت وحرمت یا کسی چیز کی فرضیت کے بارے میں آپ پر وحی نازل کریں اس کا نام اللہ تعالیٰ حکمت رکھتے ہیں اس کا نام قرآن نہیں رکھتے، اور یہ دونوں چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں۔(۷۵)

مندرجہ ذیل آیات سے اس معنی کی تائید ہوتی ہے: **وانزل اللہ علیك الکتاب والحکمۃ**

[النساء:۱۱۳] **واذکروا نعمة الله علیکم وما انزل علیکم من الکتاب والحکمة**[البقرة:۲۳۱] علماء نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ یہاں ''الحکمة'' سے مراد''السنة'' ہے ،کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''الکتاب '' کا ذکر کیا پھر''والحکمة ''کہا ہے ،اوردونوں کے درمیان ''و'' فاصل رکھی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ''الحکمة'' ''الکتاب'' کے علاوہ ہے اوروہ رسول اللہ ﷺ کی جاری کردہ ایسی سنت ہے جو''الکتاب'' میں نہیں ذکر کی گئی، کیونکہ اگر تفسیر اس طرح نہ ہوتو یوں ہوگی کہ گویا اللہ نے کہا:''وانزل علیک الکتاب والکتاب'' اوراللہ نے نازل کی کتاب اور کتاب' اور ایسی تفسیر بعید ہے۔''(۷۶)

امام احمد بن حنبل کا مذہب

نسخ القران بالسنة کے بارے میں ابن حنبل کا قول ہے ''لاینسخ القرآن الا قران یجیئ بعده''قرآن کو صرف قرآن منسوخ کرتا ہے جو اس کے بعد آتا ہے۔''

قاضی ابویعلیٰ (م۴۵۸ھ) کہتے ہیں''ظاهره انه منع منه عقلا و شرعا''(۷۷) کہ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اسے عقلا اورشرعا ممنوع کہا ہے،لیکن قاضی کا یہ خیال درست نہیں ہے، بلکہ امام احمد کے قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ نے اسے شرعا ممنوع ٹھہرایا ہے نہ کہ عقلا۔

چنانچہ روضة الناظر کے شارح ابن بدران الدومی الدمشقی لکھتے ہیں کہ قاضی نے امام احمد کے قول کو شرعاً اورعقلاً ممنوع ہونے کی دلیل بنایا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ امام احمد کا ظاہر کلام شرعا ممنوع ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ عقلا ممنوع ہونے پر، کیونکہ ابن حنبل نے ''لاینسخ القران الا قران یجیئ بعده ''کہا ہے،لہٰذا نسخ کو امرشرعی پر معلق کیا گیا ہے نہ کہ عقلی پر ،ابن مفلح (م۸۸۴ھ) نے اپنے اصول میں کہا ہے کہ امام احمد کا کلام سنت متواترہ کے ساتھ قرآن کے نسخ کے ممنوع ہونے کا ہے اور یہ اختلاف عقلا جواز کے بارے میں ہے ،لیکن شرعا جواز؟ تو امام احمد رضی اللہ عنہ سے اس کا منع ہونا مشہور ہے۔امام شافعی ،آپ کے اکثر اصحاب اورظاہریہ وغیرھم اسی کے قائل ہیں اوریہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ امام احمد ہی کی ایک روایت ہے ،اوراسے ابوالخطاب (م۵۱۰)ابن عقیل (م۵۱۳ھ) اوراکثر حنفیہ و مالکیہ وغیرھم نے اختیار کیا اورابن حاجب (م۶۴۶ھ) نے اس کو تقویت دی اوراسے جمہور نے حکایت کیا ہے۔(۷۸)

علامہ محمد امین شنقیطی ،احمد بن حنبل کے قول ''لا ینسخ القرآن الا قرآن یجیئ بعده''کا ماحصل یوں بیان کرتے ہیں کہ اس قول کا حاصل سنت متواترہ کے ساتھ نسخِ قرآن کی ممانعت ہے،اوراخبارِآحاد کے ساتھ تو (یہ ممانعت) زیادہ لائق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:**نأت بخیر منها او مثلها** [سورة البقرةآیة۱۰۶]اورسنت

قرآن سے بہتر یا اس جیسی نہیں ہوسکتی، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اپنے ان الفاظ کے ساتھ مدح سرائی کی کہ **الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر**[سورة البقرة اية ١٠٦](٧٩)

امام احمد بن حنبل کے اس قول اور اس کے حاصل کے جواب میں علامہ شنقیطی اپنی تحقیق یوں ذکر کرتے ہیں کہ سنت متواترہ کے ساتھ نسخ قرآن کا جواز اور اس کا وقوع ثابت ہے اور اس کی مثال: سنت متواترہ کے ساتھ پانچ رضعات کی آیت کا نسخ، سورہ خلع اور سورہ حفد کا نسخ ہے، اور اس کی کئی مثالیں ہیں۔(۸۰)

احمد بن حنبل کے مذکورہ بالا قول کے حق میں سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۶ سے استدلال کے جواب میں شنقیطی لکھتے ہیں کہ آیت کریمہ سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ ناسخ اور منسوخ اللہ کی طرف سے ہیں، حقیقت میں ناسخ وہی ہے، اس کے سوا کوئی اس نسخ پر قادر نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول: **قال الذین لا یرجون......عذاب عظیم**[سورة يونس اية ١٥] (٨١) میں اس کو بیان کیا ہے، لیکن وہ اس جیسی دوسری آیت لاکر اپنے وعدے کو سچ ثابت کرتا ہے۔ اللہ نے مذکورہ آیت میں یہ شرط نہیں لگائی کہ ناسخ، بعینھا آیت ہی ہوگی بلکہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی آیت کو، نبی کی زبان سے قرآن کے علاوہ وحی کے ساتھ منسوخ کردے، پھر اس کے نسخ کے بعد اس جیسی اور آیت لے آئے۔ اس میں اور آیت کریمہ کے ظاہر میں کوئی منافات نہیں ہے، جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ دوسری اس سے بہتر آیت بنفسھا لانا مراد نہیں ہے بلکہ مراد ہے کہ ''ہم ایسا عمل لائیں گے جو اس عمل سے بہتر ہوگا جس پر پہلی آیت نے دلالت کی ہے یا اس جیسا ہوگا۔(۸۲)

ابن قدامۃ المقدسی (م۶۲۰ھ) نے سنت متواترہ اور خبرِ واحد کے ساتھ قرآن کے نسخ کی مزید وضاحت کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ قرآن اور سنت متواترہ کا اخبارِ آحاد کے ساتھ نسخ عقلا جائز ہے، کیونکہ شارع کا یہ کہنا کہ ''ہم نے تمھیں خبرِ واحد کے ساتھ نسخ کا پابند کردیا ممتنع نہیں ہے، اور یہ شرعاً ناجائز ہے لیکن اہل ظاہر کے ایک گروہ نے اسے جائز کہا ہے۔(۸۳)

اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے نواب صدیق الحسن لکھتے ہیں کہ اخبار آحاد کے ساتھ قرآن اور سنت متواترہ کے نسخ کے جواز اور وقوع میں اختلاف پایا جاتا ہے: عقلاً جواز کے تو بہت لوگ قائل ہیں۔ لیکن اس کے وقوع کے بارے میں ابن برھان (م۵۲۰ھ) اور ابن حاجب (م۶۴۶ھ) وغیرھما کے بیان کے مطابق جمہور اس طرف گئے ہیں کہ یہ واقع نہیں ہوتا، اور اہل ظاہر کی ایک جماعت اس کے وقوع کی قائل ہے، نیز امام احمد بن حنبل سے ایک یہی روایت آئی ہے اور یہ بات حق ہے جو صحیح اخبار آحاد کے ساتھ نسخ کے جواز کی راہنمائی کرتی ہے۔(۸۴)
شوکانی کے قول سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے:

آپ لکھتے ہیں کہ اخبار آحاد کے ساتھ قرآن اور سنت متواترہ کے نسخ کے جواز اور وقوع میں اختلاف واقع ہوا ہے،عقلا اس کے جواز کے اکثر لوگ قائل ہیں،سلیم رازی (م۴۴۷ھ) نے یہ چیز اشاعرہ اورمعتزلہ سے حکایت کی ہے اورابن برہان (م۵۲۰ھ) نے''الاوسط''میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔اس نے کہا:خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ بلااختلاف عقلا محال نہیں ہے اختلاف تو اس کے شرعی جواز میں ہے،لیکن اس کا واقع ہونا؟ تو جمہور کا مذہب اس کے عدم وقوع کا ہے ،جیسا کہ اسے ابن برھان ،ابن حاجب (م۶۴۶ھ) وغیرھا نے حکایت کیا ہے،ابن سمعانی نے اورسلیم نے''التقریب''میں اس کے عدم وقوع پر اجماع نقل کیا ہے ،اسی طرح قاضی ابوالطیب (م۴۵۰ھ) نے''شرح الکفایۃ'' میں اور شیخ ابو اسحاق شیرازی (م۴۷۶ھ) نے''اللمع'' میں اجماع نقل کیا ہے۔اہل ظاہر کی ایک جماعت جن میں ابن حزم بھی شامل ہیں اس کے واقع ہونے کا مذہب رکھتی ہے۔اور یہ ایک روایت احمد بن حنبل سے بھی آئی ہے۔(۸۵)

اخبارِ آحاد کے ساتھ نسخ قرآن کے شرعا عدم وقوع پر اجماع کا دعوٰی درست نہیں ہے۔ چنانچہ مفسر قرآن قرطبی (۸۶) لکھتے ہیں کہ پختہ کار ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن سنت کے ساتھ منسوخ ہوتا ہے اور یہ آپ علیہ السلام کی حدیث لاوصیة لوارث میں موجود ہے۔اور یہ امام مالک(م۱۷۹ھ) کا ظاہر مسئلہ ہے اور شافعی (م۲۰۴ھ) اورابوالفرج مالکی نے اس کا انکار کیا ہے حالانکہ پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔جس کی دلیل یہ ہے کہ سب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اسی کی طرف سے ہے اگرچہ نام مختلف ہیں۔اور شادی شدہ زانی جسے رجم کیا جاتا ہے اس کے زنا کی حد میں سو کوڑوں کا ساقط ہونا بھی اس کی دلیل ہے ،اور اسے ساقط کرنے والی سنت ،نبی ﷺ کا فعل ہے یہ(بات) واضح ہے۔(۸۷)

قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ حذاق ائمہ،قران کے ساتھ سنت کے نسخ کے بھی قائل ہیں اور یہ قبلہ (کی تبدیلی) کے واقعہ میں موجود ہے ، کیونکہ شام کی طرف نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے فرمان **فلاترجعوھن الی الکفار** (الممتحنة:۱۰)میں ان عورتوں کو کفار کی طرف لوٹانا نبی ﷺ کی قریش کے ساتھ صلح کی وجہ سے تھا۔(۸۸)

لہٰذا معلوم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا فعل رسول (سنت) سے ثابت تھا جسے قرآن نے منسوخ کردیا ،اورکفار کی ایماندار بیویوں کو ان (کفار) کی طرف لوٹانا صلح کی (ایک شرط کی) وجہ سے تھا جسے مندرجہ بالا آیت نے منسوخ کردیا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ نسخ سنت صحیحہ کے ساتھ جائز ہے اور یہ زمانہ نبوت میں واقع ہوا ہے اور انقطاع وحی یعنی وفات رسول کے بعد کوئی چیز منسوخ نہیں ہوسکتی۔

یہ سارا نسخ نبی ﷺ کے عہد میں تھا لیکن آپ کی موت کے بعد اور استقرار شریعت کے بعد تو امت کا اس پر اجماع ہے کہ وفات رسول کے بعد کوئی نسخ نہیں ہے اور اسی لیے اجماع نہ تو منسوخ ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ قرآن وسنت کو مسنوخ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ اجماع کا انعقاد انقطاع وحی کے بعد عمل میں آیا ہے۔(۸۹)

نسخ کے شرعاً عدم وقوع پر اجماع کا رد ذکر کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ پختہ کار رائے خبرِ واحد کے ساتھ قرآن کا نسخ عقلاً جائز مانتے ہیں۔ اور اس کے شرعاً وقوع میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ابو المعالی (م۴۷۸ھ) وغیرہ مسجد قباء کے واقعہ میں اس کے وقوع کی طرف گئے ہیں ......اور ایک قوم نے اس کا انکار کیا ہے۔(۹۰)

مندرجہ بالا اقتباسات کے مطالعہ سے واضح ہوا کہ خبر واحد صحیح کے ساتھ قرآن اور سنتِ متواترہ کے نسخ کے شرعاً عدم جواز پر اجماع کا دعویٰ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احمد بن حنبل سے منقول ایک روایت سے اس کا شرعاً جواز ثابت ہوا ہے اور اہل ظاہر کی ایک جماعت، جن میں حافظ ابن حزم جیسے محقق بھی شامل ہیں، اس کے شرعاً جواز کی قائل ہے ، باقی رہا نسخ القران بالسنۃ کا وقوع تو اس کی کئی مثالیں اوپر درج کی جاچکی ہیں۔

لہٰذا ایسے نسخ کے شرعاً عدم جواز یا عدم وقوع پر اجماع کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ ثابت شدہ سنت کے خلاف اجماع کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ ایسا نسخ سنت صحیحہ ثابتہ سے ثابت ہے۔ **کما مَرَّ**۔

تحقیقی بات جس میں کوئی شک نہیں وہ یہ ہے کہ جن اخبار آحاد صحیحہ کا منسوخ سے تاخر ثابت ہو، ان کے ساتھ متواتر کا نسخ واقع ہونا جائز ہے۔ اور اس کی دلیل اس کا عملاً وقوع ہے۔(۹۱)

جن صحیح اخبار آحاد کا منسوخ آیت سے مؤخر ہونا ثابت ہو ان کیساتھ نسخ قرآن کی مثال گھریلو گدھوں کی اباحت کا نسخ ہے۔مثلاً **قل لا اجد...... میتة** آیت میں "**حمر اهلیه**" پر حصر صریح کے ساتھ منصوص کو اس سے متاخر ثابت شدہ سنت صحیحہ کے ساتھ منسوخ کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ آیت سورۃ الانعام کی ہے جو مکیہ ہے یعنی بلا اختلاف ہجرت سے پہلے نازل ہونے والی ہے۔ اور سنت کے ساتھ حمر اہلیہ کو حرام قراد دینا اس آیت کے بعد خیبر (۷ھ) میں واقع ہوا ہے، لہٰذا سورۃ الانعام کی مذکورہ آیت اور حمرُ اہلیہ کی تحریم کی احادیث کے درمیان، ان دونوں کے زمانے مختلف ہونے کے سبب قطعاً کوئی منافات نہیں ہے۔نزول آیت کے وقت صرف وہی چار چیزیں حرام کی گئی تھیں جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اور "حمر اہلیہ" کی تحریم اس کے بعد طاری ہوئی ہے اور طاری ہونا اپنے ماقبل سے

منافات نہیں ہے۔ان دونوں کے مابین حصول منافات تو تب ہوتا جب آیت میں کوئی ایسی چیز مذکور ہوتی جو آیت میں مذکور چار چیزوں کے علاوہ ،مستقبل میں کسی چیز کی نفی پر دلالت کرتی اوراس سے آیت نے کوئی تعرض نہیں کیا، بلکہ آیت **قل لااجد فیما اوحی** میں اوحی ماضی کے صیغہ کے ساتھ مختص ہے اوراللہ نے یوں نہیں کہا''فیما سیوحی الی فی المستقبل'' 'یعنی'اس میں جو میری طرف مستقبل میں وحی کیا جائے گا۔(۹۲)

احناف کے ہاں نسخ القران بالسنۃ:

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

> احناف کے ہاں سنت متواترہ یا سنت مشہورہ کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے اس مسلک کی بنیاد اس پر ہے جسے کرخی نے ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ مسح علی الخفین جیسی خبر مشہور کے ساتھ کتاب اللہ کا نسخ جائز ہے،اسی طرح کتاب اللہ کے ساتھ سنت کا نسخ بھی جائز ہے۔(۹۳)

سنت مشہورہ کیساتھ قرآن کے منسوخ ہونے کی دلیل دیتے ہوئے سرخسی لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں احناف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جسے بعض احناف نے دلیل کے طور پر پیش کیا: **کتب علیکم اذا حضر** ...... **الخ**،(تم پر فرض کیا گیا ہے کی جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اوروہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو،تو والدین اوررشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے)اس آیت میں والدین اور قریبیوں کے حق میں وصیت فرض ہونے کی دلیل پیش کی گئی ہے ، پھر یہ وصیت نبی ﷺ کی حدیث ''لاوصیة لوارث'' کے ساتھ منسوخ ہوگئی،اور یہ سنت مشہورہ ہے۔(۹۴)

جمہور کا مذہب:

جمہور بھی سنت متواترہ کے ساتھ نسخ قرآن کے قائل ہیں۔جیسا کہ ان کے بارے میں ابوالطیب طبری، ابن برہان اورابوحاجب نے نقل کیا ہے،ابن فورک نے ''شرح مقالات الاشعری'' میں کہا ہے کہ ہمارے شیخ ابوالحسن الاشعری کا یہی مذہب ہے اورآپ کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام **کتب علیکم اذاحضر احدکم الموت** ......**والاقربین** میں پایا جاتا ہے۔لہذا یہ سنت متواترہ کے ساتھ منسوخ ہے اور یہ سنت متواترہ ''لاوصیة لوارث'' ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان جمع ناممکن ہے ابن سمعانی (م ۴۸۹ھ) نے کہا کہ یہی مذہب ابوحنیفہ اورعام متکلمین کا ہے،اورسلیم رازی نے کہا کہ یہی قول اہل عراق کا ہے، اس نے کہا کہ یہی مذہب اشاعرہ ،معتزلہ اورتمام متکلمین کا ہے۔دبوسی (م ۴۳۰ھ) نے کہا کہ یہی ہمارے علماء کا یعنی حنفیہ کا قول ہے۔باجی مالکی نے کہا کہ ہمارے عام شیوخ نسخ القران بالسنۃ المتواترہ کے قائل ہیں ،اورابن الفرج نے یہی مذہب امام مالک سے نقل کیا

ہے۔ اس نے کہا کہ اسی لیے اس کے ہاں حدیث کی وجہ سے وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے قول **کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت** کی ناسخ ہے۔(۹۵)

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوا کہ نسخ القرآن بالسنہ المتواترہ کے قائلین میں بڑے بڑے اصحاب مذہب ائمہ شامل ہیں: ان میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور ابن فورک (م۴۰۶ھ) کے قول کے مطابق امام شافعی بھی قائلین میں شامل ہیں۔

استاذ ابومنصور نے کہا کہ اصحاب شافعی نے نسخ القران بالسنۃ کے ممنوع ہونے پر اجماع کیا ہے اور یہ اس بیان کے خلاف ہے جو ابن فورک نے ان کے اکثر سے جواز کا قائل ہونا نقل کیا ہے۔(۹۶)

خلاصۂ بحث:

فقہائے اسلام کے خیالات کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سنت صحیحہ خواہ متواتر ہو یا مشہورہ، اس کے ساتھ نسخ القرآن جائز ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اخبار آحاد صحیحہ کے ساتھ بھی یہ نسخ جائز ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) النجم۵۳: ۳،۴

(۲) النساء۴: ۸۲

(۳) الشافعی محمد بن ادریس، المطلبی، الامام: الرسالۃ (تحقیق: احمد محمد شاکر) المکتبۃ العلمیہ، سن ندارد، بیروت: ص۹۱

(۴) ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر، ابوعبداللہ شمس الدین: اعلام المؤقعین عن رب العلمین: دارالجیل، بیروت: سن ندارد: ص: ۲/ ۳۰۷

(۵) امام بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الامام: صحیح البخاری: کتاب الایمان: باب دعاء کم ایمانکم: حدیث ۸، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض ۱۹۹۹ء/۱۴۱۹ھ: ص۵

(۶) البقرۃ: ۴۳

(۷) ایضا: ۱۰۳

(۸) آل عمران ۳،۳: ۹۷

(۹) احمد بن حنبل، الامام: المسند: حدیث نمبر۱۷۲۰۹۷:بیت الأفکار الدولیة، الریاض:۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء:ص۱۵۱۸

(۱۰) البقرۃ۲:۱۸۸

(۱۱) السجستانی، سلیمان بن اشعث، ابوداؤد، الامام: سنن ابی داؤد:کتاب المناسك :باب صفة حج النبیؐ: حدیث۱۹۰۵ دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض:۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء:ص۲۷۹

(۱۲) النساء۴:۱۹

(۱۳) البقرۃ۲:۱۸۷

(۱۴) التوبۃ۹:۳۴

(۱۵) المائدۃ۵:۳۸

(۱۶) ایضا:۸۹

(۱۷) الانعام۶:۸۲

(۱۸) ابن قیم :اعلام المؤقعین :ص۲/ ۳۰۷

(۱۹) ایضا:ص:۲/ ۳۰۸

(۲۰) الشاطبی: الموافقات:ص۱/ ۳

(۲۱) الشوکانی، محمد بن علی، قاضی قضاۃ القطر الیمانی:ارشاد الفحول الٰی تحقیق الحق من علم الاصول:دارالمعرفۃ، بیروت:سن ندارد:ص:۱۶۱

(۲۲) ابن قدامہ المقدسی: آپ کا نام عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (المقدسی ثم الدمشقی الصالحی) ہے۔ آپ شعبان ۵۴۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بروز عید الفطر ۶۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ حنابلہ کے امام سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ''المغنی'' دس جلدیں، ''مختصر العلل للخلال''، ''المقنع''، ''الروضه''اور ''الروضة الناظر '' مشہور ہیں۔ (ازمقدمۃ: روضۃ الناظر:ص۶ تا ۱۰)

(۲۳) ابن قدامہ، المقدسی، الدمشقی، الصالحی، الحنبلی، عبداللہ بن احمد:روضة الناظر وجنة المناظر :دارالحدیث بیروت:۱۹۹۱ء/۱۴۱۲ھ:ص۱/ ۱۵۷

(۲۴) ایضا:ص۱/ ۱۵۸

(۲۵) ایضا:۱/۱۵۸،۱/۱۵۹

(۲۶) ایضا:ص۱/ ۱۵۹

(۲۷) ابن قیم الجوزیۃ: دارالجیل، بیروت:سن ندارد:اعلا م المؤقعین من رب العالمین:ص:۱/ ۳۵

(۲۸) ابن حزم، علی، ابومحمد الظاہری: الاحکام فی اصول الاحکام (تحقیق:احمد محمد شاکر):ادارۃ ضیاء السنۃ، رحمت آباد

فیصل آباد:۱۹۸۵ء/۱۴۰۴ھ:ص۴/۱۱۳

(۲۹) ابن قدامہ: روضۃ الناظر:ص۱/۱۶۳

(۳۰) النساء۴:۲۴

(۳۱) المروزی، محمد بن نصر: السنۃ: دار الثقافۃ الاسلامیۃ، الریاض: سن ندارد:ص۷۵

(۳۲) ابن بدران، الدومی، الدمشقی، عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ: نزھۃ الخاطر العاطر: دار الحدیث، بیروت: ۱۹۹۱ء/۱۴۱۲ھ:۱/۱۶۳

(۳۳) حازمی: ھوالامام العالم الثقۃ النبیل المحدث الفقیہ المورخ النسابۃ ابوبکر محمد بن موسی بن عثمان بن حازم زین الدین الحازمی الھمد انی الشافعی ۵۴۸ھ میں ہمدان میں پیدا ہوئے اور جمادی الاخری ۵۸۴ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ مقدمۃ الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار (تحقیق: عبدالمعطی امین قلعجی، الدکتور): الطبعۃ الثانیۃ، القاہرۃ:۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ:ص:۹۔۳

(۳۴) الحازمی: الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاٰثار:ص۹۱،۹۲

(۳۵) الحازمی: الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار:ص۹۲،۹۳

(۳۶) ابن قدامہ: روضۃ الناظر:ص۱/۱۶۴

(۳۷) ابن بدران، دومی: نزھۃ الخاطر العاطر:ص۱/۱۶۴

(۳۸) سرخسی: شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی، آپ کی کنیت ابوبکر ہے، آپ اپنے وقت کے امام مجتہد تھے، شمس الائمہ حلوانی سے لازم رہے۔ آپ نے شرح المبسوط، شرح السیر الکبیر اور کتاب فقہ لکھیں۔ آپ ۴۹۰ اور ۵۰۰ ہجری کے مابین فوت ہوئے (اللکنوی، عبدالحی، ابوالحسنات: طبقات الفقہاء: سعیدیہ کتب خانہ، پار ہوتی، مردان، پاکستان: سن ندارد:ص:۴۷،۴۶)

(۳۹) السرخسی، ابوبکر، محمد بن احمد، شمس الائمۃ: اصول السرخسی (تحقیق: ابوالوفاء افغانی): دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت:۱۹۷۳ء/۱۳۹۳ھ:ص۲/۶۷

(۴۰) ابن حزم: الاحکام، ص:۴/۱۰۷

(۴۱) نواب صدیق حسن خان: حصول المامول من علم الاصول: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر:۱۹۳۸ء/۱۳۵۷ھ:ص:۱۲۷

(۴۲) ایضا

(۴۳) ابن حزم: الاحکام:ص۴/۱۰۷

(۴۴) ایضا:ص:۱۰۸

(۴۵) ایضا:ص:۱۰۹

(۴۶) المروزی:السنۃ:ص۱۱۳

(۴۷) ایضا:ص۱۱۰،۱۱۱

(۴۸) السرخسی:اصول السرخسی:ص۲/ ۶۸،۶۹

(۴۹) الشافعی،محمد بن ادریس،الامام،المطلبی : الرسالۃ (تحقیق: احمد محمد شاکر) المکتبۃ العلمیۃ، بیروت: سن ندارد:ص۱۰۶

(۵۰) ایضا:ص۱۰۸

(۵۱) ابن قیم :اعلام المؤقعین:ص۲/ ۳۱۸

(۵۲) الشافعی:الرسالۃ:ص۱۰۷،۱۰۸

(۵۳) السرخسی :اصول السرخسی:ص۲/ ۶۷

(۵۴) ابن قدامہ المقدسی:روضۃ الناظر:ص۱/۱۸۶

(۵۵) ۱/۳۳۔نواب صدیق حسن خان: حصول المامول:ص۱۲۷

(۵۶) الصیرفی: آپ کا نام حسن بن حماد ضبی ابوعلی وراق ہے،آپ کوفہ کے رہنے والے تھے،سفیان بن عیینہ کی شاگردی اختیار کی ،سنن میں آپ کی ایک حدیث ہے۔۲۳۵ھ میں بغداد آئے ،رجب ۲۳۸ھ میں فوت ہوئے(العسقلانی، احمد بن علی، بن حجر، ابوالفضل شہاب الدین:تہذیب التہذیب:دار احیاء التراث العربی، بیروت:۱۹۹۳ء/۱۴۱۳ھ:ص۱/۸۶،۴۸۵)

(۵۷) الخفاف :آپ کا اسم گرامی بشار بن موسیٰ شیبانی ہے ،عجلی بھی کہا جاتا ہے۔کنیت ابوعثمان ہے،بصرہ کے رہنے والے تھے ،بعد میں بغدادجا آباد ہوئے،امام مالک اور عبداللہ بن مبارک وغیرہما سے حدیث کی سماعت کی ۔۲۲۸ھ میں فوت ہوئے۔(تہذیب التہذیب:ص۱/۲۷۸)

(۵۸) نواب صدیق حسن خان:حصول المامول:ص۱۲۷

(۵۹) الکیاالھراسی: آپ کا نام علی بن محمد بن علی الکیاالھراسی الطبرستانی الشافعی عمادالدین ابوالحسن ہے۔آپ ایک فقیہ ،اصولی اور متکلم تھے،آپ نے امام الحرمین سے فقہ حاصل کی ،آپ کی تالیفات میں سے احکام القران ،لوامع الدلائل فی زوایا المسلسل اور التعلیق فی اصول الفقہ ہیں۔آپ نے ۵۰۴ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔اور تربتِ ابو اسحاق شیرازی میں دفن کیے گئے(عمر رضا کحالۃ: معجم المؤلفین:مکتبۃ المثنی،بیروت و دمشق: ۱۹۵۶ء/۱۳۷۶ھ:ص۷/۲۲۰)

(۶۰) عبدالجبار: قاضی عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار ہمدانی اسدآبادی کی کنیت ابوالحسن ہے ،آپ معتزلی شافعی ہیں ،معتزلہ نے آپ کو قاضی القضاۃ کا لقب دیا،آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔آپ کو اصول میں خوب شہرت ملی، آپ ۴۱۵ھ میں فوت ہوئے (الکتانی، محمد بن جعفر:الرسالۃ المستطرفۃ: دارالکتب العلمیۃ بیروت، سن

ندارد:ص۱۲۰)

(۶۱) نواب صدیق حسن خان:حصول المامول:۱۲۷

(۶۲) ایضا

(۶۳) المروزی:السنة :ص۹۵

(۶۴) ایضا

(۶۵) ایضا:ص۹۶،۹۵

(۶۶) ایضا:ص۹۶

(۶۷) (مکمل حدیث یہ ہے،حدثنا یحییٰ بن یحییٰ التمیمی قال انا هشیم عن منصور عن الحسن عن حطان بن عبدالله الرقاشی عن عبادة ابن صامت قال قال رسول الله ﷺ خذوا عنی فقد جعل الله لهن سبیلا البکر بالبکرجلد مائة ونفی سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرجم(امام مسلم:صحیح مسلم: کتاب الحدود :باب قطع السارق الشریف وغیره......الخ:حدیث نمبر:۴۴۱۴:ص۷۴۹

(۶۸) المروزی:السنة:ص۹۶،۹۷

(۶۹) ایضا:ص۹۷

(۷۰) ایضا

(۷۱) ایضا:ص۹۸

(۷۲) ابوثور:ابراہیم بن خالد کلبی بغدادی۔ان کی فقہ کا مدار رائے پر تھا۔شافعی کے آنے سے پہلے وہ اہل عراق کے قول پر عمل کرتے تھے۔جب شافعی بغداد آئے تو ان کے پاس آنے لگے ان سے علم حاصل کیا۔وہ ائمہ فقہاء شافعیہ میں شمار ہوتے تھے اگرچہ وہ شافعی کی تقلید نہیں کرتے تھے بلکہ دلیل ملنے پر شافعی کی مخالفت کرتے تھے۔۲۴۰ھ میں فوت ہوئے۔تاریخ فقہ اسلامی(اردو ترجمہ:التشریع الاسلامی للخضری بک) دارالاشاعت،کراچی:۱۹۶۵ء: ص۲۶۷؛العقد المذهب:ص۱۸)

(۷۳) المروزی:السنة:ص۱۱۴،۱۱۵

(۷۴) ایضا:ص۱۱۵

(۷۵) ایضا

(۷۶) ایضا

(۷۷) ابن قدامة الحنبلی:روضة الناظر:ص۱/۸۶،۱۸۵

(۷۸) ابن بدران :نزهة الخاطر العاطر :ص۱/۱۸۵

(۷۹) الشنقیطی،محمد امین: مذکرة اصول الفقه علی روضة الناظر(تحقیق: ابو حفص سامی العربی):دار الیقین، مصر:۱۹۹۹ء/۱۴۴۹ھ:ص۱۵۰

(۸۰) ایضا

(۸۱) (ترجمہ)جولوگ ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں رکھتے ،انہوں نے کہا:''اس قرآن کے سوا کوئی اور(قرآن) ہمارے پاس لائیے یااس میں تبدیلی کردیجیے'' کہہ دیجیے!میں اسے اپنی طرف سے تبدیل نہیں کرسکتا۔'' میں تو اسی کے تابع ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے،اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کھاتا ہوں۔

(۸۲) ایضا:ص۱۵۱

(۸۳) ابن قدامة :روضة الناظر:ص۱/۱۸۷،۱۸۸

(۸۴) نواب صدیق حسن خان :حصول المامول:ص۱۲۷

(۸۵) الشوکانی :ارشاد الفحول:ص۱٦۷

(۸٦) القرطبی :ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکرفرح الانصاری الخزرجی الاندلسی القرطبی المفسر :آپ کی تصانیف میں الجامع لاحکام القران،التذکار فی افضل الاذکار،اورالاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ شامل ہیں ،امام ذہبی نے آپ کو ''امام متقن''اور''متبحر فی العلم'' کے القاب دیے ہیں۔آپ ٦۷۱ھ میں فوت ہوئے[ابن عماد حنبلی:شذرات الذهب:ص۵/۳۳۵]

(۸۷) القرطبی :الجامع لاحکام القران:ص۲/۴٦

(۸۸) ایضا

(۸۹) ایضا

(۹۰) ایضا

(۹۱) الشنقیطی،محمد امین ابن محمد مختاربن عبدالقادر :مذکرة اصول الفقه،دارالیقین مصر:۱۹۹۹ء/۱۴۱۹ھ:ص۵۳،۵۴

(۹۲) ایضا

(۹۳) السرخسی:اصول السرخسی:ص۲/٦۷

(۹۴) ایضا:ص٦۹

(۹۵) الشوکانی :ارشاد الفحول:ص۱٦۷،۱٦۸

(۹٦) ایضا:ص۱٦۸

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆